نومبر ۲۰۲۵ء

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات و نشریات کا جریدہ

جلد: 65 شمارہ: 11

DIRECTORATE OF ELECTRONIC MEDIA AND PUBLICATIONS

نومبر ۲۰۲۵ء

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ

جلد: 65 شمارہ: 11

اداریہ		۵
۱۔ صوبائیت کے بیج اور اس کے باعث صوبوں کے درمیان کمزور ہوتے خوشگوار تعلقات	ڈاکٹر محمد گلزار	۶
۲۔ آزاد کشمیر میں احتجاجی کال امن پرور، کس کی چال؟	محمد زکریا	۱۲
۳۔ پاکستان اور سعودی عرب کا دفاعی معاہدہ امتِ مسلمہ کے ارتقاء کی جانب ایک قدم	اُم ایمن	۲۰
۴۔ آزاد پرامن اور متحد افغانستان مگر کیسے؟	ناصر نقوی	۲۶
۵۔ مہذب کھیل کی بربادی کرکٹ ایشیا کپ تنازعہ	امتیاز احمد تارڑ	۳۳

نگرانِ اعلیٰ: ثمینہ فرزین
نگران: محمد سلیم
مینجنگ ایڈیٹر: شبیہہ عباس
چیف ایڈیٹر: ماریہ رشید ملک
ایڈیٹر: مائرہ جاوید
ڈیزائنر: محمد وسیم

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز،
291۔اے، ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور
انتظامیہ: 042-99333909
مدیر: 042-99333912
email:editor@pakjamhuriat.org

انتباہ

ادارے اور میگزین ’’پاک جمہوریت‘‘ کا مقصد عوام الناس کو آگاہ کرنا اور بہترین مواد مہیّا کرنا ہے۔ البتہ شمارے میں شامل تمام مضامین مصنفین کی ذاتی آراء پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا ادارے یا ادارے کے کسی فرد پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اداریہ

پاکستان چار صوبوں، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کی سرزمین ہے۔ یہ ایک متنوع ملک ہے جو قدرتی دولت اور خزانوں سے مالا مال ہے۔ ہر صوبے کی اپنی اہمیت اور منفرد ثقافت ہے، لیکن یہ سب ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ حالیہ دنوں میں چاروں صوبوں کے درمیان اختلاف کے بیج بوئے جا رہے ہیں، جس کی مثال آزاد کشمیر میں ہونے والے احتجاج سے واضح دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ سب بیرونی سیاسی عوامل اور جیو پولیٹیکل حریفوں جیسے بھارت کے ساتھ ساتھ اندرونی اختلافات کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

بین الاقوامی سطح پر صورتحال قدرے حوصلہ افزا ہے، خاص طور پر جب ہم پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان حالیہ دفاعی معاہدے پر نظر ڈالتے ہیں۔ یہ معاہدہ مئی 2025 میں ہونے والی پاک بھارت جنگ کے بعد خطے میں پاکستان کی ابھرتی ہوئی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

اندرونِ ملک ایک اور محاذ افغانستان کی صورت میں کھلا ہوا ہے، جو 1980 کی دہائی سے امن سے محروم ہے اور آج بھی وہاں امن ایک خواب ہی لگتا ہے۔ کھیلوں کے میدان میں بھی حالات ایک نئے معمول کی طرف بڑھ گئے ہیں جہاں روایتی حریف بھارت اور پاکستان ایک دوسرے کے ملک میں کھیلنے سے انکار کر چکے ہیں۔ بھارت نے تو ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے محسن نقوی سے ایشیا کپ وصول کرنے سے بھی انکار کر دیا کیونکہ وہ پاکستانی ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ مستقبل میں پاکستان کے حالات داخلی اور خارجی دونوں محاذوں پر بہتر سمت میں آگے بڑھیں گے۔

شکریہ

ایڈیٹر پاک جمہوریت

صوبائیت کے بیج اور اس کے باعث صوبوں کے درمیان کمزور ہوتے خوشگوار تعلقات

ڈاکٹر محمد گلزار
(ایسوسی ایٹ پروفیسر ایسوسی ایٹ ڈائریکٹر اسکول آف کامرس اینڈ اکاؤنٹنسی یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی)

پاکستان میں وفاق اور صوبوں کے درمیان تعلق ہمیشہ ایک حساس موضوع رہا ہے۔ صوبائیت، اگر بامقصد ہو، تو مثبت کردار ادا کرسکتی ہے۔ صوبے اپنی علاقائی شناخت، زبان، ثقافت کے تحت خودارادیت محسوس کرتے ہیں، اور اس سے قومی ڈھانچے کو زیادہ موثر بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کا عکس جب وسائل، اختیارات، نمائندگی یا ترقیاتی مواقع کے تناظر میں منفی ہو جائے، تو صوبوں میں احساسِ محرومی، مرکز-صوبے اختلاف اور پھر صوبوں کے مابین رابطے کا کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ پاکستان کی پچھلی تقریباً تین چار دہائیوں کی تاریخ میں ایسے رجحانات واضح نظر آتے ہیں۔ یہ مضمون اُس پس منظر پر روشنی ڈالے گا کہ صوبائیت کے کون سے بیج تھے، وہ کس طرح عمل میں آئے، اور ان کا اثر صوبوں کے مابین تعلقات اور وفاقی سالمیت پر کیا رہا۔

سب سے پہلے ایک مختصر تاریخی جائزہ ضروری ہے تاکہ سمجھ آجائے کہ یہ مسئلہ نئے نہیں بلکہ ملک کے قیام سے ہی مربوط ہے۔ پاکستان نے ۱۹۴۷ میں ایک وفاقی ماڈل اختیار کیا، یعنی صوبے کام کریں گے، مرکز کام کرے گا، اور دونوں مل کر ترقی کریں گے۔ مگر عملی طور پر، علاقائی شناخت، وسائل کی تقسیم، صوبائی اختیارات اور مرکز-صوبے تعلقات نے مسائل کھڑے کیے۔ ایک اہم دستاویز کے مطابق، آغاز ہی سے صوبوں کی آزادی کا مطالبہ کرتے رہے کہ انہیں وعدے کے مطابق حصہ، اختیارات اور خودمختاری نہیں ملی۔ مثال کے طور پر، پہلے مرحلے میں مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) کی علیحدگی کا پسِ منظر بھی صوبائی خودمختاری کے مسئلے سے جڑا تھا۔ ۱۹۷۳ کے آئین نے وفاقی نظام کو ایک نیا ڈھانچہ

دیا، صوبائی اختیارات کی حدیں طے کی گئیں، لیکن بعد میں وقت کے ساتھ یہ بھی واضح ہوا کہ گنجائش کا مطلب اختیار کی عملی تقسیم نہیں ہوا۔ اس بنیادی تاریخ کے پس منظر میں ہم آگے چلتے ہیں صوبائیت کے بیج کی طرف۔

اس جذبے نے بعض اوقات صوبائی سطح پر جماعتوں اور تحریکوں کو جنم دیا ہے جو "ہماری صوبائی شناخت" کے نام پر سیاست کرتی ہیں۔ یہ رجحان صوبوں کے مابین ہم آہنگی کو کمزور کر سکتا ہے، کیونکہ احساسِ انا بڑھتا ہے، دوسروں سے اختلاف کے امکانات بڑھتے ہیں۔ اس پہلو میں، مثلاً جنوبی پنجاب کے سُرخے سرائیکی صوبہ تحریک کی مثال ہے، جہاں سرائیکی بولنے والوں کا ایک الگ صوبے کا مطالبہ ہے۔

دوسرا اہم بیج وسائل کی تقسیم اور ترقیاتی عدم توازن ہے۔ صوبوں کو ملنے والے ترقیاتی منصوبے، وسائل (مالیاتی، قدرتی وسائل)، مرکز سے ملنے والی امداد، ٹرانسفرز وغیرہ میں عدم مساوات نے غیر محسوس ہونے والے انداز سے عدمِ انصافی کا احساس پیدا کیا ہے۔ مثال کے طور پر، مالی وسائل کی بچت اور تقسیم کا جو نظام ہے، اُس میں صوبوں کا حصہ اور ان کا اختیار کا احساسِ قابو اکثر کم رہا۔ یہ احساسِ محرومی جب گہرا ہوا تو صوبائی حکومتیں اور عوام مرکز سے ناراضگی محسوس کرنے لگے۔ اس کا براہِ راست اثر یہ ہوا کہ صوبے علاقائی معاملات میں کم تعاون کرنے لگے، رابطے کی کمی ہوئی، اور تعلقات میں سرد مہری پیدا ہوئی۔

> سب سے بڑا بیج علاقائی اور لسانی شناخت ہے۔ پاکستان چار بڑے صوبوں پر مشتمل ہے اور ہر صوبے کی اپنی زبان، ثقافت اور تاریخی پسِ منظر ہے۔ مثلاً سندھ، پنجاب، خیبر پختونخوا، بلوچستان میں جب کسی صوبے کو لگے کہ اس کی زبان یا ثقافت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، تو علاقائی مفادات شدت پکڑتے ہیں۔

تیسرا بیج ہے سیاسی نمائندگی اور اختیارات کی تقسیم کا مسئلہ۔ اگر صوبائی حکومتیں یہ محسوس کریں کہ انہیں مرکز کے فیصلوں میں شراکت نہیں ملی، یا صوبائی اختیارات کم کیے گئے ہیں، تو ان کا اعتماد نظام پر ٹوٹنے لگتا ہے۔ پاکستان میں فوجی حکمرانی کے دور نے بھی اس تعلق کو متاثر کیا ہے۔ مثال کے طور پر، محمد ضیاء الحق کے دور میں مرکز۔ صوبے کے تعلقات خاصے سخت رہے، صوبائی اختیارات کم ہوئے۔ اس سے صوبوں نے محسوس کیا کہ وہ بطورِ مکمل شریک کار نظام کا حصہ نہیں ہیں، اور اس نے صوبائی درجہ پر اختلافات کو ہوا دی۔

یہ تمام بیج مل کر اُس ماحول کو پیدا کرتے ہیں جہاں صوبائیت "مثبت شناختی تحریک" سے بدل کر رابطے کو کمزور کرنے والا عنصر بن جاتی ہے۔ اگر صوبے اپنی شناخت، وسائل، اور اختیارات کے معاملے میں مسلسل محسوس کریں کہ انہیں کم سمجھا گیا ہے، تو وہ وفاقی مرکز یا دوسرے صوبوں کے ساتھ رابطے میں کم گرمجوشی دکھائیں گے، اور یہ رابطے کی خلیج بڑھائے گا۔

اب ہم اُن گزشتہ ۳۰۔۴۰ برسوں کی طرف چلتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ ان بیجوں کا عملی اظہار کس طرح ہوا، اور کس طرح صوبوں کے مابین تعلقات متاثر ہوئے۔

۱۹۸۰ کی دہائی میں پاکستان میں صوبائی سطح پر مختلف تحریکیں ابھرنے لگیں۔ بلوچستان میں قوم پرست تحریکیں تھیں جنہوں نے صوبائی وسائل، شناخت اور انتظامی اختیارات کا مطالبہ کیا۔ ساتھ ہی خیبر پختونخوا (اس وقت صوبہ سرحد) میں لسانی اور علاقائی شناخت کا تنازع سامنے آیا۔ اس عرصے میں صوبائیت زیادہ تر ادراک کی سطح پر نکلی—صوبوں نے ان معاملات کی طرف توجہ دلائی، لیکن وفاقی نظام کے اندر حل نہ ملنے کی وجہ سے اختلافات میں شدت پیدا ہوئی۔ اس دور میں مرکز کی حکمرانی کا انداز ایسا تھا جس نے بعض حلقوں میں صوبائی سطح پر ہچکچاہٹ کو جنم دیا۔

۱۹۹۰ کی دہائی میں یہ معاملات مزید پیچیدہ ہوئے۔ صوبائی حکومتوں اور مرکز کے مابین اختلافات نے شدت پکڑی۔ ترقیاتی منصوبے اکثر دیر سے عمل میں آئے، وعدے پورے نہ ہوئے، وسائل کی تقسیم وقت پر نہ ہوئی۔ اس نے عوامی سطح پر بھی شک پیدا کیا کہ نظام ان کی آواز سن رہا ہے یا نہیں۔ اس نے صوبائی سطح پر ناراضگی کو جنم دیا۔ اس کے علاوہ، کچھ صوبائی جماعتیں مضبوط ہونے لگیں جو علاقائی مفادات کی سیاست کرتی رہیں۔ اس عمل نے صوبوں کو نہ صرف مرکز سے بلکہ ایک دوسرے سے بھی دور کر دیا کیونکہ صوبے اپنی شناخت اور مفاد کو ترجیح دینے لگے۔

پچھلے چند برسوں میں صوبائی سطح پر شناختی سیاسی تحریکیں مزید مضبوط ہوئیں۔ مثلاً جنوبی پنجاب میں سرائیکی صوبہ کی تحریک، خیبر پختونخوا میں علاقائی جماعتوں کا کردار، بلوچستان میں وسائل و نمائندگی کا مسئلہ۔ ایسی تحریکوں نے صوبائی تعلقات کو مزید پیچیدہ کیا کیونکہ وہ اکثر ''ہمارا

صوبہ کیوں کم ہے'' کے سوال کے گرد گھومتی تھیں، بجائے کہ ''ہم سب مل کر کیسے بہتر ترقی کریں گے''۔ اس نے بعض اوقات صوبوں کے مابین مقابلہ بازی کی فضا کو جنم دیا: کون زیادہ وسائل لے رہا ہے، کون بہتر ترقی کر رہا ہے، کون مرکز سے بہتر تعلقات قائم کر پایا ہے۔

اس کے نتیجے میں صوبوں کے درمیان خوشگوار تعلقات کمزور ہوئے۔ جب صوبے خود کو نظر انداز محسوس کرنے لگتے ہیں تو وہ اتحاد کے بجائے علیحدہ پن کی طرف جھکاؤ محسوس کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر ایک صوبے کو لگے کہ اس کی ترقی پس ماندہ ہے، اور وہ مرکز سے یا دوسرے صوبوں سے تعاون کرنے میں کم دلچسپی دکھائے، تو وہ وفاقی حکومت کے مشترکہ منصوبوں میں کم حصہ لے گا۔ اس کا براہِ راست اثر یہ ہے کہ پورے ملک میں مشترکہ ترقیاتی منصوبے، وسائل کی مساوی تقسیم اور صوبوں کے مابین تعاون کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔ اس سے نہ صرف وفاقی سالمیت متاثر ہوتی ہے بلکہ صوبوں کے اندر عوامی اعتماد بھی کمزور ہوتا ہے۔ ایک مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ مرکز صوبے تعلقات کی پیچیدگی پاکستان کے وفاقی مسئلے کی بنیاد رہی ہے۔

۲۰۰۰ کی دہائی کے شروع میں، خاص طور پر ۲۰۱۰ء میں منظور شدہ آئینی ترمیم یعنی ۱۸ ویں آئینی ترمیم ایک نیا موڑ تھی۔ اس نے صوبائی اختیارات کو بڑھایا، اور وفاقی-صوبائی توازن کو بہتر بنانے کی کوشش کی گئی۔ مثال کے طور پر، تعلیم، صحت، زراعت جیسے شعبے صوبوں کے حوالے ہوئے۔ یہ قدم اچھا تھا لیکن اس کے باوجود عمل اب تک مکمل نہیں ہوا، اور احساسِ محرومی کم نہیں ہوا۔ مزید یہ کہ وسائل کی تقسیم، صوبائی حکمرانی کا معیار، مرکز وصوبے کے مشترکہ منصوبوں کی کامیابی نے مزید مشکلات کا سامنا کیا۔

یہاں یہ بات واضح ہے کہ صوبائیت خود بری نہیں ہے بلکہ وہ اس وقت مسئلہ بن جاتی ہے جب وہ ''شناخت، وسائل، اختیارات کی تقسیم'' کی بنیاد پر دوسرے صوبوں یا مرکز کے خلاف ہو جائے۔ اور جب اس قسم کی تحریکیں بڑھیں، تو تعلقاتی رابطے کمزور ہونے لگے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صوبوں کے مابین اعتماد کی کمی پیدا ہوئی، مشترکہ فیصلوں میں شرکت کم ہوئی، اور ہر صوبہ اپنے حق کے تحفظ کی فکر کرنے لگا، بجائے کہ مشترکہ ترقی کی جاتی۔

آپ سوچ سکتے ہیں کہ اس کا فائدہ کیا ہے؟ کیا صوبے اپنی شناخت کے تحت زیادہ فعال ہو نہیں سکتے؟ ہاں، یقیناً ہو سکتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ذمہ داری بھی جڑی ہے کہ وہ وفاق اور دوسرے صوبوں کے ساتھ تعاون کریں، وسائل کی تقسیم میں شراکت کریں، اور نا صرف اپنے بلکہ پورے ملک کے مفاد کو دیکھیں۔ اگر یہ توازن نہ ہو، تو صوبائیت کا اثر منفی ہو کر تعلقات کو کمزور کر دیتا ہے۔

اب سوال یہ ہے: ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ یہ بات اہم ہے کہ صرف مسئلے کی نشاندہی نہ ہو بلکہ حل کی سمت بھی سوچا جائے۔ سب سے پہلے، وسائل کی تقسیم میں شفافیت، عدل اور مساوات ضروری ہے۔ یہ ضروری ہے کہ صوبے یہ دیکھیں کہ انہیں واقعی منصفانہ حصہ مل رہا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو، تو صوبائی پیمانے پر تحریکیں مزید شدت پکڑیں گی۔ دوسرا، صوبائی اختیارات کا فعال استعمال ہو، اور مرکز کو چاہیے کہ وہ صوبوں کے ساتھ

مسلسل رابطے اور مشاورت رکھے۔ ثالثی اور بات چیت کے ادارے مضبوط بنیں مثلاً وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں مشترکہ کمیٹیاں قائم کریں، وسائل اور پالیسیوں پر ساتھ کام کریں۔ تیسرا، علاقائی جماعتیں یا شناختی تحریکیں اپنی شناخت کے ساتھ ساتھ وفاقی مفاد کو نظرانداز نہ کریں۔ صوبائی جماعتیں اور سیاستدان اس تاثر سے گریز کریں کہ ''ہم سب سے محروم ہیں'' بلکہ یہ سوچیں کہ ''ہم کس طرح مل کر ترقی کر سکتے ہیں''۔ چوتھا، عوامی شعور کی سطح پر یہ بات پہنچانا ضروری ہے کہ صوبائی حقوق اور وفاقی سالمیت متضاد نہیں بلکہ ایک دوسرے کے لیے معاون ہیں۔ جتنا مضبوط صوبائی نظام ہوگا، اتنا ہی مضبوط وفاق ہوگا بشرطیکہ تعامل اور تعاون قائم ہو۔

اختتاماً، یہ کہنا پڑے گا کہ صوبائیت کے بیج خود مثبت سمت میں جا سکتے ہیں اگر ان کو مناسب طریقے سے پروان چڑھا لیا جائے۔ لیکن اگر انھیں وسائل، خودمختاری یا شناخت کے نام پر تقسیم کے جذبے میں تبدیل کر دیا جائے، تو وہ صوبوں کے مابین خوشگوار تعلقات کو کمزور کر سکتے ہیں۔ پاکستان کی گزشتہ تین سے چار دہائیوں کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اگر مرکز۔صوبے توازن قائم نہ ہو، تو پورے نظام پر منفی اثر پڑتا ہے۔ اس لیے ہمیں مل کر ایک ایسا ڈھانچہ قائم کرنا ہے جہاں صوبائی حقوق کا تحفظ ہو، وفاق مضبوط ہو، اور صوبے ایک دوسرے کے ساتھ بھی تعاون کریں پڑوس کے طور پر، شراکت دار کے طور پر، نہ کہ حریف کے طور پر۔

آزاد کشمیر میں احتجاجی کال
امن پرور، کس کی چال؟

محمد زکریا
(مصنف، کالم نگار ہیں اور پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہیں)

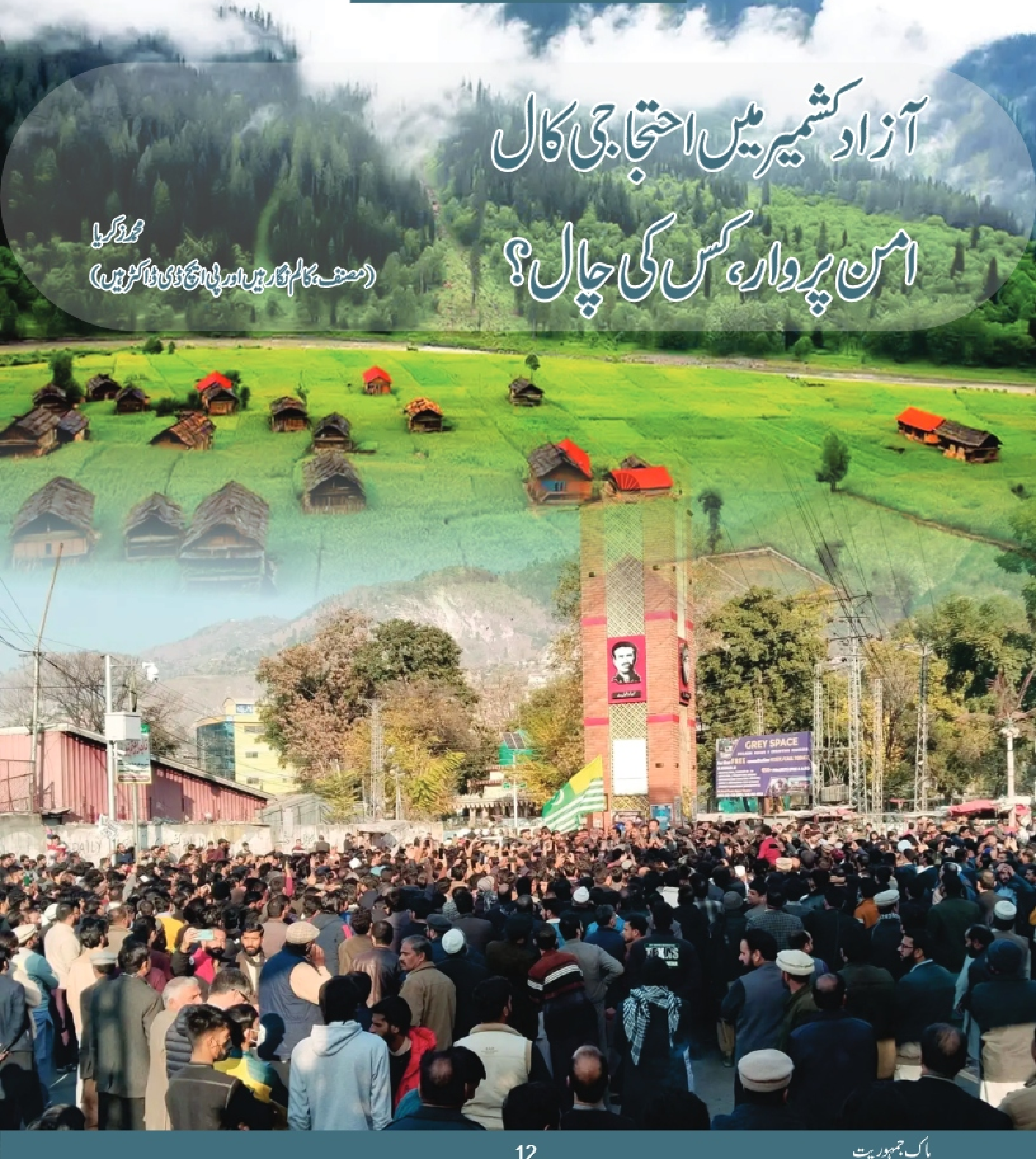

تاریخی اعتبار سے جموں وکشمیر متحدہ ہندوستان سے بھی پہلے وجود میں آچکا تھا، جس کا رقبہ 85 ہزار مربع میل تھا، جس کو پہلے ہندو اور بعدازاں مسلمان حکمرانوں نے خلیج بنگال سے بحر ہند اور سمرقند و بخارا سے کاشغر تک وسطی ایشیا کے علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ کشمیر کو پہلے تاتاریوں، پھر مغلوں، افغانوں، سکھوں اور پھر انگریزوں نے طاقت کے زور پر محکوم بنائے رکھا۔ تقسیم ہند کے وقت بھارت نے مقبوضہ کشمیر کے 53 ہزار مربع میل علاقے کو ہتھیا لیا جبکہ گلگت بلتستان کے 28 ہزار مربع میل اور آزاد کشمیر کے ساڑھے 4 ہزار مربع میل سے زائد علاقے آزادی کے متوالوں نے آزاد کرا لیے۔ آزاد کشمیر ایک حساس مگر اہم علاقہ ہے۔ یہاں معمولی سا احتجاج بھی دیگر علاقوں کی نسبت زیادہ پرتشدد اور طویل ہو سکتا ہے کیونکہ بیرونی قوتوں کی جانب سے بلاواسطہ اور بلواسطہ مداخلت کا اندیشہ موجود رہتا ہے۔

جموں کشمیر جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی' کی کال پر 29 ستمبر کو ریاست بھر میں پہیہ جام اور شٹر ڈاؤن ہڑتال شروع ہوئی تھی۔ احتجاج سے نمٹنے کی خاطر حکام نے کشمیر کے مختلف علاقوں میں لینڈ لائن، موبائل، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا مکمل طور پر بند کر دیا تھا۔ جبکہ اس موقع پر امن وامان کی صورتحال برقرار رکھنے کے لیے کشمیر کی حکومت نے وفاق سے اضافی پولیس اور فورسز طلب کی تھی۔ کشمیر بھر میں ہڑتال کی کال دینے والوں کا کہنا ہے کہ خطے میں آٹے اور بجلی کی لاگت اور رعایتی نرخوں پر فراہمی کے لیے دو سال قبل شروع ہونے والی اس تحریک میں اب کشمیری اشرافیہ کو

حاصل مراعات میں کمی، مخصوص اسمبلی نشستوں کے خاتمے اور مفت تعلیم وصحت کی سہولیات، کشمیر کے بجٹ سے ترقیاتی فنڈز کی ریاست سے باہر منتقلی کا غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اخلاقی سلسلہ فوری بند کیا جائے۔ پاکستان کے زیرانتظام کشمیر میں 1947 سے اب تک انڈیا کے زیرانتظام کشمیر سے آنے والے مہاجرین کو مستقل آباد کر کے مالکانہ حقوق دیے جائیں۔ یاد رہے کہ یہ تمام افراد اب بھی مہاجرین کہلاتے ہیں جن کی ایک بڑی تعداد مختلف جگہوں پر قائم 'مہاجر کیمپوں' میں مقیم ہے۔، جیسے اضافی مطالبات کو شامل کیا گیا۔

آزاد کشمیر میں حالیہ احتجاج اپنی نوعیت کا پہلا اور واحد احتجاج نہیں ہے بلکہ اس سے قبل 24-2023 میں بھی احتجاج ہوتے رہیں ہیں۔ احتجاج کی بنیادی وجہ راولاکوٹ میں مبینہ آٹا سمگلنگ تھی جو بعدازاں ریاستی سطح تک پھیل گیا۔ احتجاجی سلسلہ اُس وقت سنگین ہوا جب بجلی کے بلز میں پروٹیکٹڈ/ نان پروٹیکٹڈ کیٹیگریز متعارف ہوئیں اور کشمیر میں بجلی کے صارفین کو دُگنے بل موصول ہونا شروع ہوئے۔ اس صورتحال پر لوگوں کی جانب سے احتجاج کا مئی 2023 سے آغاز ہوا۔ احتجاج کیلئے پاکستان کے زیرانتظام کشمیر کے تمام علاقوں میں 31 اگست 2023 کو ریاست گیر ہڑتال ہوئی، مظاہرے ہوئے، گرفتاریاں ہوئیں اور نتیجتاً 17 ستمبر 2023 کو سینکڑوں لوگ دارالحکومت مظفرآباد میں جمع ہوئے اور جموں کشمیر جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی۔

بار بار احتجاج، مذاکرات اور پھر مذاکرات کی ناکامی مسائل کا دیرپا حل نہیں ہے۔ حکومت کی پالیسیاں عارضی اور قلیل المدتی ہیں۔ کسی بھی ریاست کیلئے سالانہ ایک یا اس سے زائد بار احتجاجی سلسلہ برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔ احتجاجی سیاست اور معاشی فروغ ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ آزاد کشمیر میں مسائل ضرور ہوں گے مگر ان کا مقامی سطح پر حل اور مذاکرات کے ذریعے خاتمہ حکومت کی اولین ترجیح ہونا چاہئے۔ مسائل کا ازالہ ضروری ہے مگر آئے روز اس طرح جتھوں کی صورت میں لاٹھی بردار مارچ مسائل کو مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ تقریباً ایک ہفتے تک جاری رہنے والے حالیہ احتجاج کے بعد مذاکرات اور فریقین کے درمیان معاہدہ ہونا یقیناً خوش آئند ہے مگر کچھ قیمتی جانوں کا ضیاع قابل افسوس بھی ہے۔ قارئین کی بہتر معلومات کیلئے ذیل میں معاہدے کی تفصیلی شقیں موجود ہیں تاکہ احتجاجی فریق کے مسائل کو بہتر انداز میں سمجھا جاسکے۔

معاہدے کی تفصیلات کے مطابق جہاں ضرورت پڑے وہاں ایک عدالتی کمیشن مقرر کیا جائے گا۔ مرنے والوں کے خاندانوں کو معاوضہ دیا جائے گا۔ گولی لگنے سے ہونے والے زخمیوں کو فی زخمی 10 لاکھ روپے معاوضہ دیا جائے گا۔ مظفرآباد اور پونچھ ڈویژنوں کیلئے دو اضافی انٹرمیڈیٹ اور سیکنڈری ایجوکیشنل بورڈز کو نوٹیفائی کیا جائے گا۔ 30 دن کے اندر کشمیر کے تینوں انٹرمیڈیٹ اور سیکنڈری بورڈز کو فیڈرل بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن اسلام آباد سے منسلک کیا جائے گا۔ منگلا ڈیم بنانے کے منصوبے کی صورت میں میرپور ضلع کے وسیع خاندانوں کے ساتھ زمینوں کا قبضہ 30 دن میں ریگولرائز کیا جائے گا۔ لوکل گورنمنٹ ایکٹ کو 90 دنوں میں 1990 کے اصل لوکل گورنمنٹ

ایکٹ اور سپریم کورٹ کے اس موضوع پر فیصلوں کے مطابق لایا جائے گا۔حکومت آزادکشمیر 15 دن کے اندر ہیلتھ کارڈ کے نفاذ کے لیے فنڈ جاری کرے گی۔ایم آر آئی اور سی ٹی سکین مشینیں حکومت پاکستان کی فنڈنگ کے ذریعے کے ہر ضلعے میں مرحلہ وار فراہم کی جائیں گی۔حکومت پاکستان آزادکشمیر میں بجلی کے نظام کی بہتری کے لیے 10 ارب روپے فراہم کرے گی۔کابینہ کی تعداد کم ہو کر 20 وزرا اور مشیر کر دی جائے گی۔

انتظامی سیکریٹریز کی تعداد کسی بھی وقت 20 سے زیادہ نہیں ہوگی۔اس مقصد کے لیے ایس ڈی ایم اے کے ساتھ سول ڈیفنس کے محکموں جیسے انضمام کیے جائیں گے۔احتساب بیورو اور اینٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ کو ضم کر دیا جائے گا۔کشمیر کا احتساب ایکٹ حکومت پاکستان کے نیب قوانین کے مطابق لایا جائے گا۔قانونی اور آئینی ماہرین پر مشتمل ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی کشمیر کے حلقوں کے علاوہ اسمبلی کے ارکان کے معاملے پر غور کرے گی۔یہ کمیٹی حکومت پاکستان، کشمیر حکومت اور عوامی ایکشن کمیٹی کے دو دو قانونی ماہرین پر مشتمل ہوگی۔کمیٹی کی حتمی رپورٹ پیش کرنے تک موجودہ انتظامات کے تحت وزارتیں، رعایتیں، مختص فنڈز کی حیثیت ملتوی کر دی جائے گی۔

رواں مالی سال کشمیر کے تمام 10 اضلاع میں پانی کی فراہمی کے لیے فیزیبلٹی سٹڈی کی جائے گی۔تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتالوں میں نرسز کی تعیناتی اور آپریشن تھیٹر کا قیام کیا جائے گا۔گلپور اور رحمان (کوٹلی) میں پلوں کی تعمیر کی جائے گی۔ایڈوانس ٹیکس میں کمی کی جائے گی۔تعلیمی اداروں میں داخلے کوٹے کے بجائے اوپن میرٹ پر کیے جائیں گے۔کشمیر کالونی ڈڈھیال میں پانی کی سپلائی کی جائے گی۔ریفیوجیز جو

ڈڈھیال کی مندور کالونی میں ہیں ان کو پراپرٹی رائٹس دیے جائیں گے۔ٹرانسپورٹ پالیسی کو عدالتی فیصلے کے مطابق ریویو کیا جائے گا۔

جوائنٹ ایکشن کمیٹی اور حکومت پاکستان کے مابین معاہدہ طے پانا وزیر اعظم پاکستان کی مفاہمت پسند اور دانشمندانہ شخصیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ خطے اور دنیا کی موجودہ صورتحال کے پیش نظر کچھ عناصر پاکستان میں امن اور استحکام کو خراب کر کے اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانا چاہتے تھے، جنہیں ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ پاکستان اور کشمیر کے دشمن اپنے اپنے مقاصد رکھتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ ماحول پر امن ہو اور کسی طرح دنیا کو یہ تاثر دیا جائے کہ جو پاکستان مقبوضہ کشمیر کے حقوق کی بات کرتے نہیں تھکتا، وہ آزاد کشمیر کے رہائشیوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ میں بری طرح ناکام ہوگیا ہے۔ کشمیری ہمارے جسم کا حصہ ہیں، ان کا درد ہمارا درد ہے، ان کی مشکلات ہماری مشکلات ہیں۔ آزاد کشمیر میں احتجاج کی جو لہر اُٹھی تھی، سیاسی حکمت و تدبر اور فہم و فراست سے وقتی طور پر تو اسے سنبھال لیا گیا ہے مگر یہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ سنجیدگی کا متقاضی ہے۔ عوام کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ کوئی ایسا ماحول پیدا نہ ہو جس سے پاکستان کے دشمن فائدہ اٹھا سکیں۔

مہاجرین کی نشستیں تب تک معطل رہیں گی جب تک خصوصی قانون کمیٹی اپنی رائے نہ دے، اور 6 رکنی قانون کمیٹی میں دو رکن حکومت پاکستان، دو رکن حکومت کشمیر اور دو رکن جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے ہوں گے۔ رواں مالی سال میں میرپور میں بین الاقوامی سطح کے ایئرپورٹ کے قیام کا منصوبہ تشکیل دیا جائے گا۔ 90 دن میں کشمیر کے پراپرٹی ٹیکس پنجاب اور خیبر پختونخوا کے برابر کیے جائیں گے۔ ہائیکورٹ کے 2019 کے ہائیڈل پراجیکٹ فیصلے پر عملدرآمد ہوگا۔

"ہمیں طاقت کا استعمال کرتے ہوئے حالات سے نمٹنا، عارضی مذاکرات اور پھر جب حالات دوبارہ پُرسکون ہونے لگیں تو مطالبات کو نظر انداز کرنا" بند کرنا ہوگا۔ مسائل سے نمٹنے کا یہ طریقہ کار نوآبادیاتی دور کی میراث ہے۔ دولت مشترکہ کی بہت سی ریاستوں کو یہ طریقہ کار وراثت میں ملا لیکن پاکستان ان چند ممالک میں شامل ہے جو حقیقی تبدیلی یا اصلاح کے بغیر پرانی روش پر عمل پیرا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اس بار اور اس سے پہلے جب آزاد کشمیر میں جب جے اے اے سی نے احتجاج کیا تو حکومت نے یہی طریقہ کار اختیار کیا۔ اسلام آباد نیشنل پریس کلب کا حالیہ واقعہ جہاں پولیس نے احاطے پر دھاوا بولا، کشمیری مظاہرین کو تشدد کا نشانہ بنایا اور جس طرح صحافیوں کو مارا، اسی حربے کا حصہ ہے کہ جس کے تحت حقوق کی تحریکوں خاص طور پر کم طاقتور علاقوں سے تعلق رکھنے والی تحریکوں کو مرکزی دھارے کے عوام کی توجہ سے دور رکھنا ہے۔

دشمن قوتوں کے عزائم اور دنیا کے متوقع ردعمل کی وجہ سے حکومت پاکستان پر دباؤ ضرور تھا مگر جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے کچھ مطالبات صریحاً ناقابل قبول اور انصاف کے تقاضوں سے بعید نظر آتے ہیں جیسا کہ دوران احتجاج پاکستان رینجرز فورسز کو تعینات کرنا ریاست پر بیرونی حملہ تصور کیا جائے گا۔ اس مطالبہ کی منطق سمجھ سے باہر ہے، جب آپ پاکستان کے زیر انتظام ہیں تو وادی میں امن و امان کی صورتحال برقرار رکھنا

بھی حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہے۔وفاق سے آنے والی فورسز زلزلے اور سیلاب میں ہمیشہ خطے کے لوگوں کی مدد کرتی ہیں۔اگر وہ سرحدوں پر موجود ہوسکتی ہیں تو کسی ممکنہ بدامنی سے نمٹنے کے لیے اُن کو بلائے جانے پر اعتراض سمجھ سے بالاتر ہے۔

پاکستان کے دیگر صوبوں کے برعکس آزاد کشمیر میں بجلی کی حالیہ قیمتیں نہایت کم ہیں۔وہاں بجلی اتنی سستی ہے کہ لوگ جانوروں کیلئے بھی پانی الیکٹرک راڈ کے ذریعے گرم کرتے ہیں۔اس ضمن میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ چونکہ بجلی آزاد کشمیر سے پیدا ہوتی ہے اس لئے وہاں کے لوگوں کو سستی دی جائے اور ساتھ خالص منافع میں حصہ بھی دیا جائے۔ویسے تو بجلی کے ان منصوبوں کی تکمیل کیلئے پاکستان بھر کے عوام نے پیٹ پر پتھر باندھے اور برسہا برس تک بجلی کے بلوں میں نیلم جہلم سرچارج کی ادائیگی کی جاتی رہی لیکن بالفرض محال یہ استدلال درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو پنجاب میں اُگائی جانے والی گندم کا آٹا آزاد کشمیر میں ارزاں نرخوں پر کیوں دستیاب ہو؟اگر ریاست ٹیکس دینے والے شہریوں کو تعلیم اور صحت کی بنیادی سہولیات فراہم کرنے سے قاصر ہے تو پھر ٹیکس نہ دینے والوں کو آسائشیں کیسے دی جاسکتی ہیں؟

بغاوت کرتے ہوئے وہ مہاجرین جنہوں نے بھارتی تسلط کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آزاد کشمیر اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں

آ کر پناہ لی، انہیں سیاسی نظام سے کیسے باہر رکھا جاسکتا ہے؟ کیسے ممکن ہے کہ ان کی مخصوص نشستیں ختم کر دی جائیں۔اگر یہ لوگ مہاجر اور کشمیری نہیں رہے تو پھر بیرون ملک آباد ہونیوالے کشمیریوں کے بارے میں کیا کہیں گے؟اگر پاکستان سے باہر جا کر بسنے والے کشمیریوں کو ووٹ ڈالنے کا حق حاصل ہے تو پھر پاکستان کے ہی مختلف شہروں میں آباد کشمیریوں کو نمائندگی سے کیسے محروم کیا جاسکتا ہے؟جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے مطالبات میں شدت پسندی تو نظر آتی ہے مگر انصاف پسندی کہیں بھی نہیں۔

یہ واضح طور پر جلی حروف میں آئین میں لکھا ملے گا کہ پاکستانی،آزاد کشمیر میں ایک مرلہ بھی زمین نہیں خرید سکتے، کیونکہ کشمیر اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق ایک متنازع اور حل طلب علاقہ ہے مگر کشمیریوں کو پاکستانی شہریوں سے بھی زیادہ حقوق حاصل ہیں، وہ اسلام آباد سمیت کہیں بھی سب سے بڑا شاپنگ مال بنا سکتے ہیں۔افواج پاکستان میں آزاد کشمیر کے شہریوں کو آبادی کے تناسب کے برعکس کہیں زیادہ تعداد میں بھرتی کیا گیا ہے اور کبھی بھی کسی پاکستانی نے اعتراض نہیں اٹھایا کیونکہ ہم کشمیری بھائیوں کو پاکستانیوں کی طرح ہی سمجھتے ہیں اور پاکستان اور کشمیر تاریخی، ثقافتی اور مذہبی طور پر دیگر تمام دنیا کی نسبت ایک دوسرے سے زیادہ قریب بھی ہیں اور نہ ختم ہونے والی محبت کے رشتے میں جڑے بھی ہوئے ہیں۔

ضرورت اس امر کی کہ دونوں جانب سے اعتدال پسندی کا مظاہرہ کیا جائے، جائز مطالبات ہر کشمیری کا بنیادی حق ہے مگر عقل و دانش، منطق اور انصاف کے تقاضوں سے کہیں پرے مطالبات دشمن کی خواہش تو ہو سکتے ہیں ایک عام کشمیری کا ان سخت مطالبات سے دور دور کا کوئی تعلق نہیں ہے۔کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جو سہولیات اور حقوق آزاد کشمیر کے شہریوں کو میسر ہیں وہ مقبوضہ کشمیر کے رہائشیوں کا آج بھی خواب ہے۔ مقبوضہ کشمیر کی تین نسلیں ہندوستانی استعمار کے خلاف حق خودارادیت کے حصول کیلئے ڈٹی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔اس جدوجہد میں ایک نسل جیلوں میں جوانی سے بڑھاپے میں پہنچ گئی، پھانسی چڑھ گئے سینے پہ گولیاں کھائیں، پاکستان سے محبت کی ہر روز قیمت ادا کرتے ہیں۔کشمیر کی جنگوں میں شہید فوجیوں میں پنجابی، پختون، بلوچ اور سندھی سمیت سب شامل ہیں۔پاکستان نے اپنا وجود کشمیر کی آزادی کے لیے داؤ پہ لگایا ہے اور لگاتے رہیں گے۔اکتوبر 1947ء میں سرحد پار کرتے وقت ایک لاکھ کشمیری مسلمان شہید ہوئے۔

ڈی جی آئی ایس پی آر نے بھی اعتدالی نظریے کی حمایت کرتے ہوئے اپنے ایک بیان میں کہا کہ "اگر ریاست ٹیکس نہیں لے گی تو مراعات اور تنخواہیں کیسے دے گی، آزاد کشمیر کے 30 فیصد سے زائد عوام سرکاری ملازم ہیں، اللہ تعالیٰ نے کشمیر کو بے پناہ نعمتوں سے نوازا ہے۔ پاکستان کا خواب دیکھنے والوں کا تعلق بھی کشمیر سے تھا، مسلح افواج میں متعدد آفیسر اور جوان کشمیری ہیں، کشمیر کا مستقبل 'کشمیر بنے گا پاکستان' ہے۔"

کشمیر میں احتجاج کو بہترین حکمت عملی اور افہام و تفہیم سے سلجھانے میں وزیراعظم محمد شہباز شریف کا کلیدی کردار ہے۔جنہوں نے

آزاد کشمیر میں بدامنی پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور مذاکراتی کمیٹی کو ہدایت دی کہ وہ فوری طور پر مظفرآباد جائے اور مسائل کا فوری اور دیرپا حل تلاش کرے۔ پاکستانیوں اور کشمیریوں کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں، ایک ہی گلدستے کے خوبصورت پھول ہیں، ایک ہی نظریہ کے حامی اور آزادی جموں وکشمیر کیلئے کوشاں نظر آتے ہیں۔ کشمیر کی جدوجہد آزادی کیلئے پاکستان کی ماؤں نے نجانے کتنے بیٹے قربان کردیئے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ ہندوستان سے پاکستان کی بنیادی اختلاف مسئلہ کشمیر ہی تو ہے جس کے حل کیلئے 5 جنگیں لڑی جا چکی ہیں اور کشمیر کی آزادی کیلئے اگر ہزار سال بھی جنگ کرنی پڑی تو پاکستانی قوم اپنے عہد سے منحرف نہیں ہوسکتی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ آزاد کشمیر کے شہری بیرونی طاقتوں کے آلہ کاروں کو پہچانیں اور مشترکہ مقصد کے حصول پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے مقبوضہ کشمیر کی آزادی کیلئے پاکستانی قوم کیساتھ اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ کریں اور آزادی کشمیر کی لازوال جدوجہد کو کامیاب بنائیں۔ پاکستانی قوم اپنے کشمیری بہن بھائیوں کی دنیا کے ہر فورم پر اخلاقی وسفارتی حمایت کیلئے پرعزم ہے اور جدوجہد آزادی میں کندھے سے کندھا ملائے کھڑی ہے۔

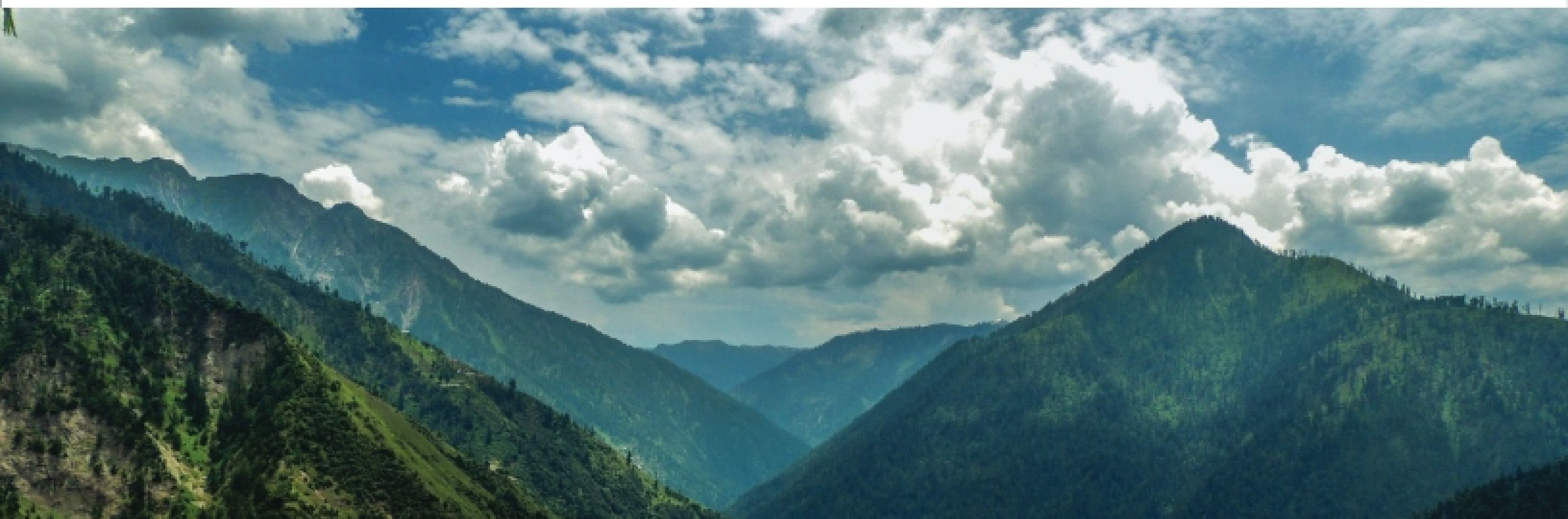

پاکستان اور سعودی عرب کا دفاعی معاہدہ
امتِ مسلمہ کے ارتقاء کی جانب ایک قدم

اُمِ ایمن
(مصنفہ مضمون نگار، خصوصی و بین الاقوامی امور سے متعلق موضوعات پر لکھتی ہیں)

دنیا کی بدلتی ہوئی بساط پر طاقت کے کھیل ہمیشہ سے جاری رہے ہیں، مگر کچھ واقعات تاریخ کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ 17 ستمبر 2025 کو ریاض میں ہونے والا پاکستان اور سعودی عرب کا اسٹریٹیجک میوچوئل ڈیفنس ایگریمنٹ انھی تاریخی واقعات میں سے ایک ہے۔ وزیرِاعظم محمد شہباز شریف اور سعودی ولی عہد محمد بن سلمان کے مابین طے پانے والا یہ معاہدہ محض ایک دفاعی شق نہیں بلکہ ایک نئی عالمی سوچ کا اظہار ہے۔ اس معاہدے کے مطابق کسی ایک ملک پر حملہ دراصل دونوں پر حملہ تصور ہوگا۔ یہ شق، جو نیٹو کے آرٹیکل 5 سے ماخوذ ہے دونوں ممالک کے درمیان اجتماعی دفاع کے ایک نئے باب کا آغاز کرتی ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ معاہدہ کسی وقتی ضرورت کا نتیجہ نہیں بلکہ 78 برسوں پر محیط اُس دوستی، اعتماد، اور قربت کی تکمیل ہے جو اسلام کے روحانی رشتوں میں پروئی ہوئی ہے۔ پاکستان اور سعودی عرب نے بارہا ایک دوسرے کا ساتھ دیا ہے۔ کبھی اقتصادی بحران میں، کبھی جنگ کے میدان میں، تو کبھی عالمی دباؤ کے تناظر میں۔ مگر اس بار، یہ رشتہ صرف ''تعاون'' سے بڑھ کر ''مشترک تقدیر'' کا روپ دھار چکا ہے۔

ایمان واخوت پر مبنی رشتہ

سعودی عرب اسلام کے مقدس ترین مقامات کا امین ہے اور پاکستان ایک نظریاتی اسلامی ریاست ہے۔ یہی مماثلت دونوں ملکوں کو ایک ایسے بندھن میں جوڑتی ہے جس کی گہرائی سیاسی مفادات سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ہر سال لاکھوں پاکستانی جب حج اور عمرہ کی سعادت حاصل

کرتے ہیں تو وہ محض عبادت نہیں بلکہ اپنی عقیدت اور محبت کے ذریعے ایک روحانی سفارت کاری انجام دیتے ہیں۔ یہی عوامی سطح کا رابطہ اس رشتے کو ''ریاستی پالیسی'' سے ''قلبی وابستگی'' تک لے آتا ہے۔

پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات کی اصل بنیاد ایمان، اخوت اور عقیدت پر رکھی گئی ہے۔ 1947 میں آزادی کے فوراً بعد سعودی عرب ان اولین ممالک میں شامل تھا جنھوں نے پاکستان کو تسلیم کیا۔ اس وقت سے دونوں ممالک کے درمیان جو رشتہ پروان چڑھا، وہ محض سفارت یا تجارت کی سطح تک محدود نہیں رہا، بلکہ روحانی اور تہذیبی رشتوں کی اساس بن گیا۔

یہ تعلقات قرآن وسنت کی اس تعلیم پر استوار ہیں جو امت کو ایک جسم کی مانند تصور کرتی ہے۔ پاکستان اور سعودی عرب کے عوام اس روحانی تصور کو اپنی اجتماعی سوچ میں زندہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کسی ایک ملک پر کڑا وقت آیا، دوسرا ملک اس کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہوا۔

سفارتی تعاون: تاریخ کے سنہری ابواب

اگر ہم ماضی کے اوراق پلٹیں تو یہ تعلقات سفارتی محاذ پر بھی ہمیشہ نمایاں رہے۔ 1951 میں ہونے والا ٹریٹی آف فرینڈ شپ اس دوستی کی بنیاد بنا۔ 1974 میں لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس نے پاکستان کو امتِ مسلمہ کا مرکز بنا دیا، جہاں شاہ فیصل کی موجودگی نے دونوں ملکوں کی دوستی کو مزید تقویت دی۔

جنرل ضیاء الحق کے دور میں تعلقات ایک نئی بلندی کو پہنچے۔ سعودی عرب نے پاکستان کی عسکری تربیت، تیل کی فراہمی اور مالی معاونت کے ذریعے عملی تعاون کی مثال قائم کی۔ افغان جہاد کے دوران دونوں ممالک نے مغربی قوتوں کے دباؤ کے باوجود اپنی پالیسی کو ایک دوسرے کے مشورے سے آگے بڑھایا۔ 1998 میں جب پاکستان نے ایٹمی دھماکوں کے بعد شدید معاشی دباؤ کا سامنا کیا، تو سعودی عرب نے مفت تیل اور مالی امداد دے کر پاکستان کو عالمی تنہائی سے نکالا۔ یہ وہ وقت تھا جب دنیا منہ موڑ رہی تھی مگر سعودی عرب نے بھائی ہونے کا حق ادا کیا۔

یہ تمام واقعات اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ اسلام آباد اور ریاض کے تعلقات محض الفاظ نہیں بلکہ اعتماد، قربت اور عملی اشتراک پر قائم ہیں۔ دفاعی شراکت: میدانِ عمل سے ادارہ جاتی تعاون تک پاکستان اور سعودی عرب کی عسکری شراکت کو دنیا ہمیشہ احترام کی نظر سے دیکھتی رہی ہے۔ 1967 کے دفاعی معاہدے کے بعد پاکستان کے ہزاروں فوجی دستے سعودی عرب میں تعینات کیے گئے۔ پاکستانی ہوا بازوں نے سعودی فضائیہ کی تربیت کی، اور 1991 کی خلیجی جنگ میں گیارہ ہزار پاکستانی فوجیوں نے مقدس مقامات کے دفاع میں تاریخی کردار ادا کیا۔
2004 کے بعد دونوں ممالک نے ''الصمصام'' کے نام سے مشترکہ انسدادِ دہشت گردی مشقیں شروع کیں، جبکہ 2016 میں ہونے والی ''شمالی گرج'' دنیا کی سب سے بڑی کثیر الملکی فوجی مشقوں میں سے ایک تھی۔

2018 میں اسلامی عسکری اتحاد برائے انسدادِ دہشت گردی (IMCTC) کے قیام اور جنرل (ر) راحیل شریف کی بطور سربراہ تعیناتی نے پاکستان کی عسکری پیشہ ورانہ صلاحیت پر سعودی اعتماد کو مزید واضح کر دیا۔ اب 2025 کا اسٹریٹیجک میوچوئل ڈیفنس ایگریمنٹ اس سارے تعاون کو ایک باضابطہ، آئینی اور مستقل شکل دیتا ہے۔ ایسا معاہدہ جو مستقبل میں کسی بھی بیرونی جارحیت کے مقابلے میں مسلم اتحاد کا مضبوط مظہر بن سکتا ہے۔

پاکستان کے لیے معاہدے کی اہمیت: طاقت، وقار اور استحکام

پاکستان کے لیے یہ معاہدہ کئی سطحوں پر غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ سب سے پہلے یہ معاہدہ پاکستان کے عسکری وقار اور سفارتی اعتبار کا عالمی اعتراف ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب بھارت کی طرف سے جارحانہ رویہ، اسرائیل کی مسلسل توسیع پسندی، اور عالمی طاقتوں کی بے اعتنائی خطے کو غیر مستحکم کر رہی ہے، یہ معاہدہ پاکستان کے لیے ایک تحفظی ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان کو اس معاہدے سے معاشی، دفاعی اور سیاسی تینوں جہتوں میں فائدہ ہوگا۔ سعودی عرب کی توانائی اور سرمایہ کاری سے پاکستان کی معیشت کو استحکام ملے گا، جبکہ دفاعی صنعت میں اشتراک سے ٹیکنالوجی اور جدید ساز و سامان کے شعبے میں پیش رفت ممکن ہوگی۔

اس معاہدے کا ایک پوشیدہ مگر اہم پہلو عالمی سطح پر پاکستان کی سفارتی حیثیت میں اضافہ ہے۔ پاکستان اب محض جنوبی ایشیا کا ملک

حالیہ برسوں میں بھی یہ رشتہ اسی خلوص کے ساتھ آگے بڑھا۔ 2018 میں چار ارب ڈالر کے امدادی پیکج سے لے کر 2023 کے آئی ایم ایف بیل آؤٹ کے وقت دو ارب ڈالر کے ذخائر جمع کرانے تک، سعودی عرب نے بارہا پاکستان کے استحکام کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ 2024 میں وزیر اعظم شہباز شریف کا پہلا غیر ملکی دورہ ریاض تھا، جہاں 34 مفاہمتی یادداشتوں پر دستخط ہوئے جن میں توانائی، سرمایہ کاری اور تجارت کے نئے راستے کھلے۔

نہیں بلکہ ایک ایسا تزویراتی شراکت دار بن کر ابھرا ہے جو مشرقِ وسطیٰ کی سلامتی کے توازن میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ یہ معاہدہ پاکستان کو اُس مقام پر لے آتا ہے جہاں وہ اپنی عسکری صلاحیت کو عالمی امن کے توازن کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔

سعودی عرب کے لیے معاہدے کی معنویت: خود انحصاری اور مسلم اتحاد کی قیادت

سعودی عرب کے لیے یہ معاہدہ اپنی نوعیت کا پہلا قدم ہے جو اسے مغربی انحصار سے ایک حد تک آزاد کرتا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل کی مسلسل جارحیت، قطر پر حملہ، اور فلسطین میں جاری ظلم نے خطے کے تحفظ کے لیے نئی حکمتِ عملی کی ضرورت پیدا کی۔ سعودی قیادت جان چکی ہے کہ مغربی طاقتیں اب اپنے اتحادیوں کے تحفظ میں پہلے جیسے پُرعزم نہیں رہیں۔

ایسے میں پاکستان جیسا جوہری قوت رکھنے والا ملک، جس کی فوجی تاریخ قربانی، نظم و ضبط اور پیشہ ورانہ مہارت سے عبارت ہے، سعودی عرب

کے لیے قدرتی دفاعی شراکت دار کے طور پر سامنے آیا ہے۔ یہ معاہدہ دراصل سعودی عرب کے دفاعی فلسفے میں خودانحصاری کی پہلی مضبوط اینٹ ہے۔

یہ شراکت سعودی وژن 2030 کے اہداف سے براہِ راست جڑی ہوئی ہے، جس کا مقصد اقتصادی تنوع اور سیکیورٹی کے استحکام کو یکجا کرنا ہے۔ دفاعی تحفظ اور معاشی ترقی ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں، اور یہی توازن سعودی عرب کو مشرقِ وسطیٰ میں ایک مستحکم رہنما کے طور پر ابھار رہا ہے۔

اختتامیہ: امتِ مسلمہ کی سمت بدلنے والا معاہدہ

پاکستان اور سعودی عرب کا اسٹریٹیجک دفاعی معاہدہ محض دو ممالک کا باہمی انتظام نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے لیے ایک نئی فکری بیداری کی علامت ہے۔ جب مغرب اپنے دفاعی اتحادوں کے ذریعے دنیا میں اثر و رسوخ قائم رکھے ہوئے ہے، مسلم دنیا بھی اب اپنے وسائل اور عسکری قوت کے بل پر اجتماعی سلامتی کا نظام تشکیل دینے کی جانب گامزن ہے۔ یہ معاہدہ آنے والے برسوں میں ایک وسیع تر اسلامی دفاعی اتحاد کی بنیاد بن سکتا ہے، جو فلسطین، کشمیر اور دیگر مظلوم خطوں کے لیے ایک عملی سپورٹ نیٹ ورک کی شکل اختیار کرے۔

علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

”ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے،
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ کاشغر“

آزاد پرامن اور متحد افغانستان مگر کیسے؟

ناصر نقوی
(مصنف سینئر جرنلسٹ اور کالم نویس ہیں)

پاک افغانستان تعلقات چار دہائیوں سے ملے جلے انداز میں چل رہے ہیں لیکن پاکستان نے اپنے برادر اسلامی ملک افغانستان اور افغان باشندوں کے خلاف کبھی جارحیت اور مفادات پر مبنی بیانیہ اس لیے نہیں دیا کہ ہمیشہ سے پاکستان کے خواہش ہے کہ افغانستان آزاد، پرامن اور ہمیشہ متحدر ہے تاکہ وہاں عوامی سطح کی ترقی اور خوشحالی ممکن ہوسکے کیونکہ ہمسائے کبھی بدلے نہیں جاسکتے۔ اس لیے پاکستان نے ہر دور میں نہ صرف وہاں کے امن کے لیے عملی کوششیں کیں بلکہ یہی نعرہ لگایا کہ کابل کا امن اسلام آباد کا امن، افغانستان کی ترقی پاکستان کی ترقی۔ اسی لیے جب دنیا کی دوسری بڑی طاقت روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو پاکستان نے ڈنکے کی چوٹ پر برادر اسلامی ملک کا نہ صرف ساتھ دیا بلکہ افغانستان کی سلامتی اور غیر ملکی حملہ اور کے خلاف ایسا مثبت کردار ادا کیا کہ دنیا نے نہ صرف روس کو ٹکڑے ٹکڑے ہوکر بکھرتے دیکھا بلکہ پاکستان کے عملی کردار کو سراہا۔ اس فتح کی پاکستان نے بھاری قیمت بھی ادا کی، بادشاہت کی آزمائش کے بعد جب نجیب اللہ کے دور کے اختتام پر طالبان کی حکومت بنی، تب بھی ہر ممکن حوصلہ افزائی کی اور روس کے حملے سے لاکھوں بے گھر ہونے والے مہاجرین کو برسوں بہترین میزبانی سے سر چھپانے کی جگہ دی۔ ان کو عالمی قوانین کے مطابق آباد کر کے دنیا کی تمام سہولیات مہیا کیں، ان کی نسلیں پاکستان میں پلی بڑھی بلکہ ان چار دہائیوں میں انہیں پھولنے پھلنے کے موقع بھی دیے لیکن جونہی امریکہ نے روس کے خلاف اپنی حکمت عملی میں کامیابی حاصل کی، فوراً طالبان اور پاکستان سے منہ موڑ لیا نتیجتاً پاکستان کو افغانستان کے ثمرات میں کلاشنکوف، منشیات اور دہشت گردی کے تحفے ملے۔ عالمی منصوبہ

بندی میں حامد کرزئی اور اشرف غنی نے اقتدار سنبھالا تو ہمارے ازلی دشمن بھارت نے ہمارے خلاف گٹھ جوڑ کیا۔ سفارت خانے بنائے اور وہاں سرمایہ کاری کر کے پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ ہمارے بھی کچھ عاقبت نا اندیشوں نے معمولی مفادات کی خاطر خدمات پیش کر دیں بلکہ ماضی گواہ ہے کہ ''گڈ طالبان اور بیڈ طالبان'' کی اصطلاح بھی نکالی گئی۔ پاکستان نے اپنے خفیہ اداروں کی رپورٹ پر برسوں بعد افغان بھائیوں کو مختلف اوقات میں واپس اپنے وطن جانے کی وارننگ دی اور انہیں قانونی دستاویزات کے دائرے میں لانے اور غیر قانونی

مہاجرین کو واپسی کا راستہ دکھانے کے لیے بھی زور لگایا لیکن حالات کے مطابق مثبت نتائج نہیں نکل سکے کیونکہ افغانستان میں طالبان گوریلا وار لڑ رہے تھے۔ اس دوران امریکہ بہادر نے سابق صدر جو بائیڈن کے دور میں افغانستان سے اپنا بوریا بستر اباندھ لیا اور طالبان نے ایک مرتبہ پھر افغانستان کا اقتدار سنبھال کر ملک کو اسلامی ریاست قرار دے کر نظام اسلام قائم کرنے کا اعلان کیا لیکن اسے عالمی سطح پر پذیرائی نہیں ملی۔ یہاں تک کہ اس کے ماضی کے سرمایہ کار بھارت نے بھی اسے تسلیم نہیں کیا۔ پہلے دو ادوار حامد کرزئی اور اشرف غنی کے دور میں پاکستان میں دہشت گردی بڑھی تھی لیکن پاک فوج نے سیاسی حکومت کی مشترکہ حکمت عملی میں دہشت گردوں کے خلاف سخت کاروائی سے انہیں سرحد پار دھکیل دیا تھا۔ طالبان کی اسلامی حکومت قائم ہوگئی ہے۔ خفیہ اداروں کی رپورٹ کے مطابق افغانیوں کے بڑی تعداد جرائم میں ملوث پائی گئی ہے۔ اس لیے واپس افغانستان چلے جانے کی حکومت وقت نے ڈیڈ لائن بھی دی۔ اس میں مطالبے کے مطابق رعایت بھی دی گئی لیکن حقیقت

یہی ہے کہ ابھی تک افغانیوں کی مکمل نقل مکانی نہیں ہوسکی ۔ پاکستان نے سابق افغان حکومتوں کی طرح طالبان حکومت سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ اپنی سرزمین کو پاکستان کے خلاف دہشت گردانہ سرگرمیوں میں استعمال نہ ہونے کی یقین دہانی کرائے ،حکومت نے حامی بھی بھر لی لیکن سرحد پار سے مسلسل دراندازی کے واقعات جاری رہے۔ چند ہفتے پہلے ماسکو میں افغانستان پر ''ماسکو فارمیٹ مشاورت'' کا ساتواں اجلاس ہوا تھا جس میں شریک چین ،روس، پاکستان، ایران، بھارت، افغانستان، کرغزستان اور تاجکستان کے نمائندوں نے افغانستان اور خطے کے امن کے لیے بیرونی فوجی ڈھانچے کے قیام کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کثیر الملکی تعاون پر اتفاق کیا۔ تھا اس خصوصی اجلاس میں بیلا روس کے وفد نے بطور مبصر شرکت کی، جب کہ افغان وزیر خارجہ امیر خان متقی پہلی بار بطور رکن شریک ہوئے لیکن تمام تر یقین دہانیوں کے باوجود پاکستان میں دہشت گردی ختم ہونے کی بجائے مزید بڑھ گئی۔ پاکستان نے عالمی سطح پر یہ پیغام دیا کہ ہمارے ہاں تین

عمران خان طالبان کی حمایتی ثابت ہوئے انہوں نے اقتدار سنبھالتے ہی طالبان کو''گڈ اور بیڈ'' کی تفریق میں ڈال کران کے لیے اس قدر نرم گوشہ اختیار کیا کہ انہیں مخالفین نے'' طالبان خان'' کہنا شروع کر دیا تھا۔ تاہم جنرل ریٹائرڈ فیض حمید دورہ کابل کے بعد ہزاروں گڈ طالبان کو خیبر پختونخواہ میں آباد کرنے میں کامیاب ہو گئے بعدازاں پاکستان نے طالبان حکومت کے قیام کے بعد افغان بھائیوں کو پیغام دیا کہ افغانستان سے امریکہ کو دیس نکالا مل چکا ہے۔

اعتراف سے دراندازی ہورہی ہے جس میں بھارتی خفیہ ایجنسی را کے شواہد موجود ہیں ہم نے بھارتی جاسوس کلبھوشن چاہ بہار سے پاکستان آنے اور دہشت گردی کی سرگرمی میں ملوث پا کر گرفتار کیا بلکہ دعوی کیا کہ اس جیسے اور بھی کئی بھارتی ہماری قید میں ہیں لیکن بھارت نے پہلگام ڈرامہ رچا کر پاکستانی مؤقف کو دبانے کی کوشش کی، پاکستان نے ذمہ دار رویہ اختیار کرتے ہوئے اس کی مذمت بھی کی اور اس کی غیر جانبدارانہ تحقیقات میں تعاون کی پیشکش بھی کر دی۔ بھارتی حکومت کا پہلگام منصوبہ ناکام ہوا تو اس نے پہلے سندھ طاس معاہدہ ختم کرنے کی دھمکی دی پھر رات کی تاریکی میں پاکستان پر ڈرونز حملہ کر دیا۔ پاکستان نے اس موقع پر بھی صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا اپنی سلامتی اور تحفظ پر منہ توڑ جواب دیا جس سے ابھی تک دشمن زخمی شیر کی طرح تڑپ رہا ہے۔ دنیا نے پاک افواج کی خطے میں برتری تسلیم کر کے وہ مقام دے دیا جو بھارت کی حسرت بن گئی، امریکہ بہادر نے فیلڈ مارشل عاصم منیر اور وزیر اعظم پاکستان شہباز شریف کو عظیم شخصیات قرار دیتے ہوئے سیز فائر پر نہ صرف شکریہ ادا کیا بلکہ بھارتی طیاروں رافیل کی تباہی کی بھی تصدیق کر دی۔ ایسے میں پاکستان کی متوازی خارجہ پالیسی اور سفارتی حکمت عملی نے پذیرائی پائی، اسرائیل نے ایران پر حملہ کیا تو پاکستان نے اپنا اصولی موقف دہرایا کہ ایران کو سلامتی اور استحکام کے لیے جوہری صلاحیت حاصل کرنے کا حق ہے۔ پھر قطر پر میزائل داغے گئے تب بھی وزیر اعظم پاکستان خیر سگالی کے لیے سب سے پہلے وہاں پہنچے اور اپنا برادرانہ موقف اپنایا۔ صدر ٹرمپ اور امریکہ پر دباؤ بڑھایا جس کے نتیجے میں اسرائیل نے قطر سے معافی مانگی، صدر ٹرمپ نے آئندہ ایسا نہ کرنے کی یقین دہانی

بھی کرائی۔

ہم نے 1947 سے 2025 تک اپنے کردار وحکمت عملی سے ثابت کیا ہے کہ ہم جنگ نہیں امن چاہتے ہیں لیکن کوئی ہمیں اس خواہش پر کمزور نہ سمجھے، پاکستان دنیا کی ساتویں اور اسلامی دنیا کی پہلی ایٹمی طاقت ہے اس کی میزائل ٹیکنالوجی اعلیٰ ترین ہے، اس کے دوست آزمودہ ہیں، اور پہلی غلطی پر مودی جی اپنا تماشہ دیکھ چکے ہیں۔ لہذا اس نے اپنی مکاری اور چال بازی سے برادر اسلامی ملک افغانستان کو پھنسا لیا۔ طالبان حکومت کے وزیر خارجہ امیر خان متقی نئی دہلی گئے ان کی بڑی آؤ بھگت کی گئی اور انہوں نے بھارت کی سرزمین پر دعویٰ کر دیا کہ ہم نے روس اور امریکہ کو شکست دی ہے پاکستان کسی غلط فہمی میں نہ رہے۔ اسے چند دن پہلے ماسکو میں سات ملکوں کے ساتھ ہونے والی گپ شپ بھول

گئی، انہوں نے بیان داغا کے مقبوضہ کشمیر بھارت کا قانونی حصہ ہے انہیں اور ان کی حکومت کو کور کمانڈر کانفرنس پاکستان کا اعلانیہ بھی یاد نہیں رہا، جس میں کہا گیا تھا کہ بھارت کو ایڈونچر کا ہولناک جواب دیں گے بلکہ دہشت گردوں اور ان کے سہولت کاروں کے خاتمے کے لیے دور دراز کونوں میں بھی طاقت دکھائیں گے۔ بھارت اور مودی سرکار نے مظلومیت کارڈ بار بار کھیلنے کی کوشش کی لیکن دنیا نے بھارتی بیانیوں کو مسترد کر دیا اگر بھارت معرکہ حق میں عالمی رسوائی کے بعد پھر سے آپریشن سندور کا خواہش مند ہے تو اپنی خواہش ضرور پوری کرے پاکستان پیچھے نہیں ہٹے گا بلکہ ہر قسم کی معرکہ آرائی کے لیے تیار ہے۔ انہیں کسی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ پاکستانی وزیر دفاع خواجہ آصف کہتے ہیں کہ جب افغانستان سے

دہشت گرد آسکتے ہیں تو ان کے پیچھے ہم کیوں نہیں جاسکتے؟ امیر خان متقی نے بھارتی وزیر خارجہ جے شنکر کے ساتھ پاک سعودیہ تاریخی معاہدے کی نقل میں بھارت سے معاہدہ بھی کرلیا اور پھر اسی رات بھارتی انداز میں چھ مختلف سرحدی محاذوں سے افغانستان نے پاکستان پر بلا اشتعال فائرنگ سے جنگ چھیڑ دی، پاکستان کے خفیہ ادارے پہلے ہی یہ معلومات فراہم کر چکے تھے کہ افغانستان سے بلا اشتعال فائرنگ کے بہانے دہشت گرد اور خودکش تربیت یافتہ کمک بھیجی جائے گی لہذا فوری طور پر پاک افواج نے دندان شکن غضبناک جواب دیا۔200 سے زائد طالبان خوارج ہلاک ہوئے 21 سے زیادہ اہم افغان پوسٹوں پر قبضہ کر کے سبز ہلالی پرچم لہرا دیا گیا۔ مختلف سرحدی علاقے اور تربیتی مراکز ملیا میٹ ہو گئے دشمن لاشیں چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوگئے اور پاکستان نے واضح پیغام دے دیا کہ جب تک افغانستان سے ہمارے لیے پیدا کی گئی دہشت گردی اور انہیں تربیت دینے والے مراکز ختم نہیں ہوں گے ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ صدر ٹرمپ بھی اس انہونی پر حیران ہیں کہ پاکستان افغانستان کی جنگ چھڑ گئی، قطر اور سعودی عرب نمائندے فوری طور پر طالبان حکومت کو یاد دہانی کرانے پہنچ گئے کہ ایسی غلطی بھول کر بھی نہ دہرانا ورنہ ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔

> **ازلی دشمن بھارت اور مودی سرکار پر صدر ٹرمپ نے ٹیرف بم گرایا تو حواس باختہ ہو کر کہتے ہیں آپریشن سندور ابھی ختم نہیں ہوا وقتی طور پر روکا گیا ہے۔ دھمکیاں اس لیے جاری ہیں کہ الیکشن بہار میں حسب سابق پاکستان اور مسلمان دشمنی میں انہیں کامیابی چاہیے، پاکستان نے ان دھمکیوں پر بھی اپنا پرانا موقف دہرایا کہ ہم جنگ اور مذاکرات دونوں کے لیے تیار ہیں، فیصلہ بھارت نے کرنا ہے۔**

وزیر اعظم پاکستان شہباز شریف کا کہنا تھا کہ دفاع اور سلامتی پر سمجھوتہ نہیں ہوسکتا، بھرپور جواب دیا جائے گا فیلڈ مارشل کی قیادت میں پاک فوج نے چند دنوں میں دوسری سازش کا منہ توڑ جواب دے کر ثابت کر دیا کہ ہم کسی سے کم نہیں۔ ہمیں جارجیت پسند نہیں لیکن جو بھی اس کی خواہش کر کے آزمائش میں ڈالے گا، اسے تاریخی جواب ملے گا پوری قوم سکیورٹی فورسز کے ساتھ کھڑی ہے۔ افغان حکومت اپنی سرزمین پاکستان کے خلاف استعمال ہونے سے روکے ورنہ نتائج کی خود ذمہ دار ہوگی۔ صدر مملکت زرداری نے بھی یہی نشاندہی کی کہ افغان سرزمین سے فتنہ الخوارج کے حملے اقوام متحدہ کی رپورٹوں سے بھی ثابت شدہ حقیقت ہے۔ پاکستان اپنی سرزمین کی خودمختاری اور عوام کے دفاع میں ہر ممکن اقدامات کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ آئی۔ ایس۔ پی۔ آر کے مطابق افغانستان کی اس شب خون معرکہ آرائی میں 23 پاکستانی سپوت شہید اور 20 سے زائد زخمی ہوئے لیکن پاک افواج نے افغان حملہ آوروں کو بھاری جانی نقصان پہنچایا۔ شہری جانوں کے تحفظ کے اقدامات بھی کیے گئے اس جوابی حملے میں بڑی تعداد میں طالبان اور خوارج زخمی بھی ہوئے۔ ادارے کا دعوی ہے کہ ہم نے اپنا حق دفاع استعمال کرتے ہوئے پوری سرحد پر افغان فوج اور حملہ آوروں کو نہ صرف پسپا کیا بلکہ دہشت گرد تربیتی کیمپوں، سہولت کاروں، نیٹ ورکس، فتنہ الخوارج، فتنہ الہندوستان، داعش اور ان سے منسلک عناصر کا ایک ہی وار میں صفایا کر کے واضح پیغام دے دیا ہے کہ پاکستان کبھی حملہ نہیں کرے گا لیکن اپنی

کاروائی سے یہ بتادیا ہے کہ اگر کوئی ایڈونچر کیا گیا تو پاکستان کیا کچھ کرسکتا ہے۔ پاکستان اپنے برادر ملک افغانستان کے ہر پہلو سے واقف ہے اب تمام افغان مہاجرین کو واپس جانا ہوگا، افغان حکومت انہیں اپنے پاس رکھے یا بھارت بھیج دے، اگر پاکستان میں دراندازی کی گئی تو پاکستان طالبان کی تمام پوسٹوں کو تباہ کردے گا کیونکہ وہ خوارج کی مدد کرتے ہیں۔حکومت پاکستان کا یہ فیصلہ اٹل ہے کہ تمام مہاجرین کی واپسی کی جائے گی کیونکہ شواہد کے مطابق وہ جرائم اور دیگر غیر قانونی سرگرمیوں میں مصروف ہیں، سرحدوں پر سختی کی جائے گی اور کسی بھی شر پسندی پر سخت اور موثر ترین جواب دیا جائے گا۔اس حوالے سے سیاسی وعسکری قیادت ہی نہیں قوم اور تمام سیاسی جماعتیں بھی مشترکہ اور اجتماعی ایک موقف رکھتی ہیں کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ہر ممکن اقدامات کیے جائیں کیونکہ پاکستان دہائیوں سے حالت جنگ میں ہے اور اس نے امن کی خاطر بھاری جانی اور مالی نقصان برداشت کیا ہے۔ بات بھی درست ہے کہ پاکستان نے ہر دور میں افغانستان اور افغان بھائیوں کے لیے نرم گوشہ اس لیے رکھا ہے کہ اس کی خواہش ہے کہ آزاد، پرامن اور متحد افغانستان پھولے پھلے تاکہ وہاں کی عوام بھی ترقی اور خوشحالی دیکھ سکے لیکن پاکستان دشمن عناصر دو پرانے بھائیوں کو ایک ساتھ چلتے نہیں دیکھنا چاہتے۔جس میں بھارتی کاروائیاں سرفہرست ہیں، روس، چین، ایران، سعودی عرب اور روسی اسلامی ریاستیں افغانستان کی ترقی کے لیے دست وباز و بننا چاہتیں ہیں لیکن طالبان حکومت ابھی تک وعدوں کے باوجود کوئی مثبت کردار ادا نہیں کرسکی بلکہ اب پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کی گود میں بیٹھ کر بڑھکیں مارنے کی کوشش کر رہی ہے جو غیر فطری ہے۔ جبکہ پاکستان ہر اچھے برے وقت میں ان کا محسن ہے وہ اب اسے ہی ازمائش میں ڈالنا چاہتا ہے جو کہ ناممکن ہے پاکستان نے پہلے ہی وار میں مکمل سبق دے دیا ہے، اب طالبان اور افغان حکومت کچھ سیکھتی ہے یا نہیں، یہ ان کی اپنی مرضی ہے۔

مہذب کھیل کی بربادی
کرکٹ ایشیا کپ تنازعہ

امتیاز احمد تارڑ
(کالم نگار اور اینکر ہیں، اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں)

کھیل انسانی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہیں جو جسمانی، ذہنی، سماجی اور اخلاقی ترقی کے لیے بے پناہ فوائد فراہم کرتے ہیں۔ سب سے پہلے کھیلوں کے جسمانی فوائد پر بات کریں تو یہ دل اور پھیپھڑوں کی صحت بہتر کرتے ہیں، ہڈیوں اور پٹھوں کو مضبوط بناتے ہیں، لچک اور توازن پیدا کرتے ہیں، وزن کنٹرول کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اور مجموعی طور پر جسمانی طاقت اور برداشت بڑھاتے ہیں۔

نوجوان نسل کے لیے کھیل روزانہ کی جسمانی سرگرمی کا بہترین ذریعہ ہیں، جو موٹاپے اور دیگر جسمانی امراض کے خطرات کو کم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ذہنی فوائد کی بات کریں تو کھیل ذہنی دباؤ کو کم کرنے، دماغی صلاحیتوں کو بڑھانے، توجہ اور یادداشت میں اضافہ کرنے اور تخلیقی سوچ کو فروغ دینے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ٹیم کھیلوں میں حصہ لینے والے نوجوان صبر، تحمل، فیصلے کی صلاحیت اور وقت کے نظم وضبط کو بہتر طریقے سے سیکھتے ہیں۔ کھیل کے دوران پیدہ ہونے والا مقابلہ جذباتی استقامت اور دباؤ کے تحت کارکردگی دکھانے کی صلاحیت کو بھی مضبوط کرتا ہے۔

اخلاقی اور شخصی ترقی کے حوالے سے بھی کھیل بے پناہ اہمیت رکھتے ہیں۔ کھیل کھلاڑیوں کو ایمانداری، انصاف پسندی، حوصلہ افزائی اور شکست کو قبول کرنے کی صلاحیت سکھاتے ہیں۔ یہ اصول زندگی کے دیگر شعبوں میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں اور نوجوانوں کو ایک منظم اور ذمہ دار فرد بنانے میں کردار ادا کرتے ہیں۔ عالمی سطح پر کھیل بین الاقوامی تعلقات اور امن قائم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں، کیونکہ کھیل

کے بڑے مقابلے ثقافتوں کے مابین رابطے کا ذریعہ بنتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور احترام کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اب کرکٹ ایشیا کپ کے تنازع کی طرف آتے ہیں۔ کرکٹ ایشیا کپ تنازع نے ایک بار پھر یہ سوال اٹھادیا ہے کہ کھیلوں کی سیاست میں کس حد تک مداخلت ہوسکتی ہے۔ کرکٹ صرف ایک کھیل نہیں بلکہ جنوبی ایشیاء کے کئی ممالک میں قومی جذبے، ثقافت اور عوامی جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔

ایشیا کپ جیسے بڑے ٹورنامنٹ میں تنازعات کا پیدا ہونا نہ صرف کھیل کی ساکھ کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ کھلاڑیوں اور شائقین کے جذبے پر بھی منفی اثر ڈال سکتا ہے۔ جب کھیل اپنے مہذب مزاج اور اصولوں سے ہٹ کر سیاسی یا ذاتی مفادات کے لیے استعمال ہوتا ہے تو کھیل کی اصل روح متاثر ہوتی ہے۔ کرکٹ کے علاوہ دنیا کے دیگر کھیلوں میں بھی اسی نوعیت کے تنازعات دیکھنے کو مل چکے ہیں۔ مثال کے طور پر 2009 کے ایشیا کپ کے دوران پاکستان اور بھارت کے درمیان تنازع پیدا ہوا، جب سیکیورٹی خدشات کے باعث پاکستان ٹیم کو بھارت میں کھیلنے سے روکا گیا۔ اسی طرح 2011 کے ورلڈ کپ کے دوران بھارت اور پاکستان کے میچ کے اردگرد سیاسی کشیدگی نے کھیل کو جذباتی رنگ دے دیا۔ یہ تنازعات کھلاڑیوں کے لیے ذہنی دباؤ کا سبب بنے اور شائقین کے لیے بھی ایک منفی تجربہ ثابت ہوئے۔

سماجی فوائد بھی کھیلوں کا اہم حصہ ہیں۔ کھیل لوگوں کو اجتماعی سوچ، تعاون اور ٹیم ورک کا سبق سکھاتے ہیں۔ مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کھیل کے ذریعے ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں، ثقافتی اور نسلی تفریق کم ہوتی ہے اور دوستانہ تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ کھیل ایک ایسا پلیٹ فارم فراہم کرتے ہیں جہاں نوجوان قائدانہ صلاحیتیں سیکھتے ہیں اور باہمی تعلقات میں ذمہ داری اور عزت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔

ایشیاء کپ میں بھارتی کھلاڑیوں کا رویہ عالمی کرکٹ کے اصولوں اور مہذب کھیل کی روح کے منافی ہے۔ ٹاس کے وقت ہاتھ نہ ملانا ایک ایسا عمل تھا جو نہ صرف کھیل کے بنیادی آداب کی خلاف ورزی کرتا ہے بلکہ یہ شائقین، مخالف ٹیم اور کھیل کے عالمی اداروں کے لیے ایک بدتمیزی اور توہین کے مترادف ہے۔ کرکٹ ایک ایسا کھیل ہے جس میں اخلاقیات، احترام اور مہذب رویہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور بھارتی ٹیم نے ان تمام اصولوں کو یکسر نظرانداز کیا۔ اس سے بھی بدتر، میچ جیتنے کے باوجود بھارتی کھلاڑی ڈرائنگ روم سے باہر نہ نکلے، جس سے نہ صرف شائقین کی توقعات کو ٹھیس پہنچی بلکہ میزبان ٹیم کی محنت اور کوششوں کو بھی نظرانداز کیا گیا۔ یہ رویہ ظاہر کرتا ہے کہ بھارتی کھلاڑیوں نے کھیل کی مہذب روایت اور پروفیشنلزم کے بنیادی اصولوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ شائقین کے لیے یہ ایک افسوسناک منظر تھا کیونکہ وہ کھیل کے لطف اور مہذب روح کو دیکھنے کے لیے اسٹیڈیم آئے تھے، لیکن بھارتی کھلاڑیوں کی بدتمیزی نے اس موقع کو برباد کردیا۔ سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ بھارتی کھلاڑیوں نے ایشیا بورڈ کے چیئرمین سے ٹرافی وصول کرنے سے بھی گریز کیا۔ یہ ایک ناقابل قبول رویہ ہے، کیونکہ ٹرافی کا وصول کرنا نہ صرف فتح کی علامت ہے بلکہ کھیل کے تقدس اور مہذب روایات کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ بھارت کی یہ حرکت واضح

کرتی ہے کہ ان کھلاڑیوں نے نہ صرف مہذب کھیل کے اصولوں کی خلاف ورزی کی بلکہ اپنے ملک کی ساکھ اور بین الاقوامی کرکٹ کی عزت کو بھی نقصان پہنچایا۔ یہ رویہ نہ صرف کھلاڑیوں کی ذاتی اخلاقیات پر سوالیہ نشان ہے بلکہ بھارت کی ٹیم کے مجموعی رویے پر بھی شدید تنقید کی ضرورت ہے۔ ایسے رویے نوجوان کھلاڑیوں کے لیے منفی مثال قائم کرتے ہیں اور عالمی کرکٹ برادری میں بھارت کے تاثر کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ عالمی سطح پر کرکٹ کی مہذب اور شائستہ روایات کے پیش نظر، بھارتی کھلاڑیوں کی یہ حرکت ناقابل قبول اور انتہائی غیر پیشہ ورانہ قرار دی جاتی ہے اور اسے سخت الفاظ میں مذمت کی جانی چاہیے۔

بھارت کی اس غیر ذمہ دارانہ اور غیر مہذب حرکت نے نہ صرف شائقین کی امیدوں کو مایوس کیا بلکہ کھیل کے تقدس اور کرکٹ کے عالمی معیار کو بھی مجروح کیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بھارتی ٹیم کو کھیل کے مہذب اصولوں، شائستہ رویے اور اخلاقی اقدار کی شدید ضرورت ہے تاکہ وہ عالمی سطح پر ایک قابل احترام اور پروفیشنل ٹیم کے طور پر پہچانی جا سکے۔ اس لیے بھارت کی اس حرکت کی سخت مذمت کی جانی چاہیے، اور بین الاقوامی کرکٹ برادری کو اس معاملے پر واضح پیغام دینا چاہیے کہ مہذب کھیل اور احترام کے بغیر فتح کا کوئی حقیقی مطلب نہیں ہوتا۔

یہ سب مظاہر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کھیل کی مہذب روح اور عالمی امن پر سیاسی تنازعات کے اثرات کس حد تک نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔ کھیل کا اصل مقصد مقابلے کی روح، تعاون، ٹیم ورک اور جسمانی و ذہنی ترقی ہے، لیکن سیاسی یا ذاتی مفادات کے تحت جب کھیل کو استعمال

کیا جاتا ہے تو یہ اس کے مثبت اثرات کو نقصان پہنچاتا ہے۔

کرکٹ ایشیا کپ کے حالیہ تنازع کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کھیلوں کے ذریعے قوموں کے درمیان تعلقات مضبوط کرنے کے بجائے اگر سیاست دخل دے تو یہ منفی اثرات پیدا کر سکتا ہے۔ کھلاڑی اور شائقین دونوں اس کشیدگی سے متاثر ہوتے ہیں اور کھیل کی مقبولیت اور معتبریت بھی متاثر ہوتی ہے۔ کھیل کی اصل روح کو بچانے کے لیے ضروری ہے کہ کھلاڑیوں، شائقین اور منتظمین سب مل کر اس بات کو یقینی بنائیں کہ کھیل سیاست یا ذاتی مفادات کے لیے استعمال نہ ہو بلکہ اپنے مہذب اصولوں اور عالمی سطح پر اتحاد، احترام اور تعاون کے فروغ کے لیے استعمال ہو۔ دنیا بھر میں کھیلوں کا مقصد نوجوانوں کو صحت مند، ذمہ دار اور اجتماعی سوچ کے حامل فرد کے طور پر تیار کرنا ہے۔ کھیل جسمانی، ذہنی اور سماجی ترقی کے لیے لازمی ہیں اور نوجوانوں میں قائدانہ صلاحیتیں، تعاون اور تحمل پیدا کرتے ہیں۔ اسی لیے کرکٹ ایشیا کپ جیسے بڑے ٹورنامنٹ میں تنازعات کا پیدا ہونا نہ صرف کھیل کی ساکھ کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ یہ شائقین اور نوجوان نسل کے لیے بھی ایک منفی پیغام بنتا ہے۔ کھیل کو اس کی اصل روح میں محفوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ یہ صحت، تعاون، مہذب مقابلہ اور عالمی دوستیاں قائم کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ کھیلوں کی مہذب روح کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ کھیل کے منتظمین، کھلاڑی اور شائقین سب مل کر سیاست اور ذاتی مفادات کو کھیل سے الگ رکھیں۔ اس کے ساتھ ہی کھیل کے مثبت فوائد کو نوجوانوں اور معاشرے کے ہر فرد تک پہنچانے کے لیے اقدامات کیے جائیں، تاکہ کھیل جسمانی صحت، ذہنی سکون، اجتماعی تعاون اور قائدانہ صلاحیتوں کے فروغ کا ذریعہ بنے اور عالمی سطح پر امن و دوستی کے فروغ میں مددگار ثابت ہو۔ یہ تمام پہلو واضح کرتے ہیں کہ کھیل صرف تفریح یا مقابلے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک وسیع پلیٹ فارم ہیں جو نوجوانوں کی نشوونما، صحت، سماجی تعلقات اور عالمی امن کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی لیے کرکٹ ایشیا کپ یا دیگر بڑے ٹورنامنٹس میں تنازعات کی موجودگی مہذب کھیل کے اصولوں کے لیے خطرہ ہے اور اس سے کھیل کے حقیقی فوائد متاثر ہوتے ہیں۔ نوجوان نسل اور شائقین کے لیے ضروری ہے کہ وہ کھیل کی اصل روح کو سمجھیں اور اس کے ذریعے پیدا ہونے والے مثبت اثرات کو برقرار رکھنے کے لیے سرگرم کردار ادا کریں۔

> اگر بین الاقوامی سطح کی بات کی جائے تو وہاں پر بھی کھیل اور سیاست کے ملاپ کی کئی مثالیں ہیں۔ 1980 کے اولمپکس میں امریکہ کی قیادت میں 60 سے زائد ممالک نے سوویت یونین کے خلاف بائیکاٹ کیا اور اس کے جواب میں 1984 میں سوویت یونین نے امریکہ کی قیادت میں ہونے والے لاس اینجلس اولمپکس کا بائیکاٹ کیا۔

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناح خطابات اور بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/-	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناح خطابات اور بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	150/-	$-05
3	قائداعظم محمد علی جناح خطابات اور بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	350/-	$-17
4	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	350/-	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/-	$-17
6	قائداعظم کے سنہری اقوال	انگریزی	100/-	$-04
7	اقوالِ قائد (پیپر بیک)	انگریزی	50/-	$-03
8	قائداعظم کے بانی محمد علی جناح	انگریزی	400/-	$-15
9	جناح [illegible] (لارژ بیک)	انگریزی	250/-	$-10
10	مادرِ ملت سرمایۂ حیات	اردو	250/-	$-10
11	مادرِ ملت تصویری البم	اردو	250/-	$-10
12	پاکستان [illegible]	انگریزی	200/-	$-04
13	پاکستان کرانولوجی 1947ء تا 2006ء (چار جلدیں)	انگریزی	450/-	$-17
14	پاکستان کرانولوجی 1947ء تا 2006ء (پیپر بیک) (چار جلدیں)	انگریزی	400/-	$-15
15	پاکستان [illegible]	انگریزی	250/-	
16	پاکستان ۔ بنیادی حقائق	انگریزی	50/-	$-02
17	آئینۂ پاکستان ایک طائرانہ نظر	انگریزی	2000/-	$-120
18	پاکستان ۔ [illegible]	انگریزی	1000/-	$-20
19	پاکستان [illegible]	انگریزی۔ عربی۔ فرانسیسی۔ چینی	500/-	$-20
20	[illegible]	انگریزی	2500/-	$-125
21	[illegible]	انگریزی	60/-	
22	[illegible]	انگریزی	200/-	$-12
23	ٹرک آرٹ	انگریزی	200/-	$-08
24	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر احمد حسن دانی)	انگریزی	100/-	$-04
25	مسلم آرکیٹیکچر اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر احمد حسن دانی)	انگریزی	100/-	$-04
26	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/-	$-01
27	دستِ افکار ([illegible])	اردو	100/-	$-04
28	[illegible] (عبدالستار ایدھی)	انگریزی	615/-	$-50
29	ماہِ نو غالب (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
30	ماہِ نو اقبال (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	350/-	$-17
31	ماہِ نو قائداعظم (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
32	ماہِ نو [illegible] (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
33	ماہِ نو [illegible] (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
34	ماہِ نو احمد ندیم قاسمی (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
35	ماہِ نو جالب نمبر (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
36	ماہِ نو جوش (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
37	ماہِ نو انتخاب [illegible] (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
38	ماہِ نو انتخاب 2018ء (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
39	ماہِ نو سرسید احمد خان (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	400/-	$-15
40	ماہِ نو [illegible] (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
41	ماہِ نو (ماہنامہ) (گزشتہ شمارے)	اردو	100/- فی شمارہ	
42	ماہِ نو (ماہنامہ) (آن لائن)	اردو		
43	پاک جمہوریت ([illegible]) (کلیکشن ایڈیشن)	اردو	10/-	
44	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (گزشتہ شمارے)	اردو	100/- فی شمارہ	
45	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (آن لائن)	اردو		
46	پاکستان پکٹوریل	انگریزی	200/-	$-120

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، بی۔ ایف بلڈنگ، زیرو پوائنٹ، اسلام آباد، پاکستان۔ فون: 051-9252182 فیکس: 051-9252176

DIRECTORATE OF ELECTRONIC MEDIA AND PUBLICATIONS

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، اسلام آباد
ریجنل آفس: 291اے، ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور۔